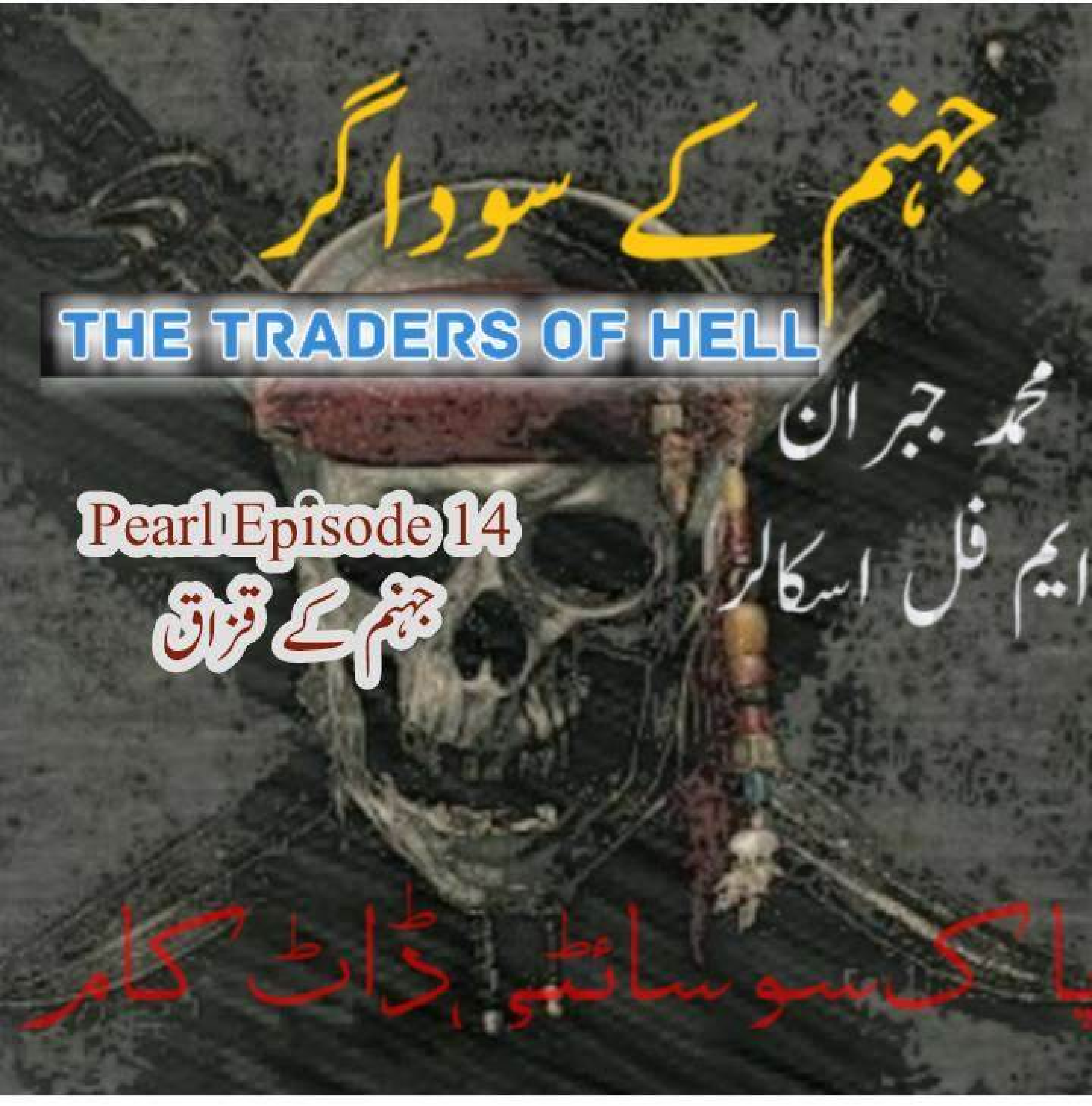

جہنم کے سوداگر
THE TRADERS OF HELL
محمد جبران
ایم فل اسکالر
Pearl Episode 14
جہنم کے قزاق
پاک سوسائٹی ڈاٹ کام

جہنم کے قزاق (چودھویں قسط)

آمنہ کی گرفت مضبوط ہوتی دیکھ کر میں نے ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں اپنا بریف کیس اٹھا کر آمنہ کے پستول والے ہاتھ پر مارا تو اس کا ہاتھ مڑا اور بے اختیار فائر ہو گیا۔ چونکہ آمنہ عین ڈرائیونگ سیٹ کے پیچھے بیٹھی تھی اس لئے گولی سیدھا ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے قیصر کی سیٹ سے ہوتی ہوئی اس کی پشت پر جالگی۔ پھر اسی کی چیخ بلند ہوئی اور گاڑی کنٹرول سے باہر ہو کر سائیڈ پر موجود دو تین بائیکس کو روندھتی ہوئی ایک شاپنگ مال کے شیشوں والے شوکیس کے اندر جالگی۔ یہ خواتین کا جوتوں والا شوکیس تھا جو چکنا چور ہو گیا۔ اسی اثناء میں آمنہ کا پستول اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس کا سر پوری قوت کے ساتھ کھڑکی کے ساتھ جالگا اور پھر اس کے سر سے خون بہہ نکلا۔ وہ اس کی تاب نہ لا سکی اور میری بانہوں کا ہار بن گئی۔

قیصر کا سر پوری قوت سے اسٹرنگ سے لگا اور پھر وہ نہ اٹھ سکا۔ مجھے بھی شدید جھٹکا لگا تھا مگر میں اس سب کچھ کے لئے پہلے سے ہی تیار تھا۔ ہماری گاڑی کے نیچے دو بائیک والے آکر بری طرح سے کچلے گئے تھے جبکہ ایک سڑک پر پڑا ہوا تڑپ رہا تھا۔۔ یہ ایکسیڈنٹ کافی زوردار تھا کہ اس کی گونج دور تک سنائی دی تھی۔ گاڑی کا بمپر اور بونٹ بری طرح سے پچک گئے تھے اور گاڑی شوکیس میں جا کر پھنس گئی تھی۔ اس شوکیس میں رکھی ہوئی بیشتر جوتیاں اور سینڈل نیچے گر گئے تھے۔ میں نے نہایت احتیاط سے آمنہ کو اپنی بانہوں سے ہٹا کر سیٹ پر لٹایا اور نیچے پڑا ہوا پستول اٹھا لیا۔ پھر میں پھرتی سے اس کی طرف والا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

یہ حادثہ ہوتے ہی لوگوں نے بری طرح سے چیخنا چلانا شروع کر دیا تھا عورتیں ہواس باختہ ہو کر دکان کے اندر جا چھپیں کچھ ہی دیر میں وہاں ارش لگ گیا۔ بائیک والے سب اپنی بائیکس سائیڈ پر کھڑی کر کے ہماری گاڑی کی طرف دوڑتے ہوئے آنے لگے۔ میں نے پستول کی مدد سے ایک ہوائی فائر کیا اور پھر دوڑتا ہوا شاپنگ پلازہ کے اندر جا گھسا۔ یہ کوئی دس منزلہ عمارت تھی جس کے تمام فلور

ہی مختلف قسم کی دکانوں سے بھرے ہوئے تھے۔ یہاں خواتین کے جوتوں کے علاوہ کپڑے، ہنڈ بیگز اور دیگر بہت سی اشیاء بھی دستیاب تھیں۔

میں اس سب کچھ سے بے نیاز زینے پھلانگتا ہوا اوپر جانے لگا۔ میرے پیچھے وہ سب بائیک بردار جو گاڑی میں ہمارے پیچھے لگے ہوئے تھے اب اپنی پستولیں تھامے میرے پیچھے دوڑ رہے تھے۔ رش کی وجہ سے میں بہت سے لوگوں سے ٹکراتا ہوا انہیں دھکے دیتا ہوا اوپر کی منزل کی طرف جا رہا تھا۔ یہ مال، یہ شہر، یہ ملک، یہاں کے لوگ یہ سب کچھ میرے لئے اجنبی تھا۔ بس میں خود اپنے لئے اجنبی نہیں تھا اور میرے لئے اتنا کافی تھا۔ میں دوسری سے تیسری منزل پر آیا تو مجھے دور میک اَپ کی شاپ مل گئی میں بھاگتا ہوا اس میں جا گھسا اور گن پوائنٹ پر ان سے ضروری چیزیں لیں اور پھر وہاں سے بھی دوڑ لگا دی۔

اتنی دیر میں وہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ چونکہ وہ مجھ سے کافی دور تھے اس لئے اس دوران ایک بھی فائر مجھ پر نہیں ہوا تھا۔ کچھ ہی دیر میں پولیس کی گاڑیاں سائرن بجاتی ہوئی جائے حادثہ پر پہنچ چکی تھیں۔ اب تک میں ان سے کافی آگے تھا۔ میں نے وہاں سے سیدھا باتھ رومز کا رخ کیا اور ایک کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا اور پھر میں نے اسے اندر سے کنڈی لگا کر بند کر دیا۔ میرے پاس یقیناً زیادہ وقت نہیں تھا مجھے یہاں سے جلد از جلد بھیس بدل کر نکلنا تھا۔ اندر آ کر بریف کیس کموڈ کے اوپر رکھ کر اس کے نمبرز ملائے اور پھر اسے کھول لیا۔ اس میں چیزوں کے درمیان میں ایک چھوٹا سا شیشہ رکھا ہوا تھا میں نے اسے کھول کر سب سے پہلے وہ اپنے بریف کیس کے اندر ایک ڈبے کے اوپر اس طرح رکھ لیا کہ اس میں مجھے میرا چہرہ پوری طرح سے نظر آ رہا تھا۔ پھر میں نے میک اَپ کٹ کھول کر اس میں سے ایک ٹیوب نکال کر اسے اپنے چہرے پر ملنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد میں نے ٹشو پیپر کی مدد سے اپنا سارا گزشتہ میک اَپ صاف کیا اور پھر ٹونٹی کھول کر اس سے اپنا منہ دھو لیا۔ اب نیچے سے میرا وہی چہرہ نکل آیا جس کی خاطر میں نے اپنی پلاسٹک سرجری کروائی تھی۔ میں یہاں ایک اور بات بھی واضح کر دوں کہ میں نے صرف اپنے چہرے کی سرجری نہیں کروائی تھی بلکہ ڈیوڈ کی تمام انگلیوں کے سیمپل لے کر ان کی بھی باقاعدہ سرجری کروائی گئی تھی تاکہ کسی بھی موقعہ بھی پر میرے رول میں کوئی جھول باقی نہ رہے۔ اتفاق سے میرا بلڈ او پازیٹو تھا اور ڈیوڈ کا بھی وہی تھا سو خوب سوچ سمجھ کر باقاعدہ پلاننگ کے تحت مجھے میدان میں اتارا گیا تھا۔

اس کے بعد میں نے ایک لوشن نکال کر اسے اپنے چہرے پر ملنا شروع کر دیا تھا۔ جب وہ پورا میرے چہرے پر پھیل گیا تو میں نے ہاتھ بڑھا کر ایک ٹیوب اٹھا لی پھر اسے کھول کر اسے ایک سائیڈ سے دبا کر اس میں سے تھوڑا سا مواد اپنی انگلی پر نکال کر اپنے چہرے پر ایک سائیڈ سے لگانا شروع کر دیا۔ آخر میں میں نے ہاتھ پھیر کر اسے اچھی طرح سے تسلی کر کے لگا لیا۔ اس کے بعد میں نے اسے بند کر کے رکھا اور دوسری ٹیوب اٹھا کر کھول لی، اسے میں اپنے چہرے کی دوسری طرف لگانے لگا۔ اس سے فارغ ہوا تو میرے چہرے پر ایک تہہ سی چڑھ گئی۔ پھر میں نے اپنی اسی کٹ میں سے آئی لنز نکال کر انہیں ایک ایک کر اپنی آنکھوں میں ڈالنا شروع

کر دیا۔ اس سے فارغ ہوا تو میری آنکھیں گہری بھوری رنگ کی ہو گئی تھیں۔ پھر ایک مونچھ نکال کر اسے بھی میں نے اپنے چہرے پر سجالیا۔ میک اپ کی کہانی ابھی جاری تھی اس لئے بریف کیس کے اندر چھپی ہوئی ایک وِگ نکال لی کیونکہ اس کے ساتھ ہی میری صوری کافی حد تک بدل جاتی۔ میں نے آئینے میں دیکھتے ہوئے پہلے اپنے بال سمیٹ کر ایک جگہ اکھٹے کئے اور ان کے اوپر وگ کو اس طرح چڑھایا کہ وہ فٹ آگئی۔ یہ کافی مہنگی تھی جو خاص طور پر آرڈر پر ڈیزائن کی گئی تھی تاکہ فائٹ وغیرہ کے درمیان یہ اتر نہ جائے۔ میں نے چند ہی منٹوں میں یہاں کا مقامی ریڈی میڈ میک اَپ کر لیا تھا۔ پھر فوری طور پر کٹ کو میں نے بند کیا اور اسے بریف کیس میں رکھ کر اس میں سے سبز رنگ کی گلاسز نکال کر اپنے چہرے پر سجالیں۔

اس دوران کوئی تین چار افراد دوڑتے ہوئے باتھ روم والی سائیڈ پر آگئے تھے۔ میں نے ان کی پرواہ کئے بغیر اپنا کام جاری رکھا۔ اس کے بعد میں نے اپنا کوٹ اتارا اور پھر اس کے نیچے ٹائی اور شرٹ تھی۔ سب سے پہلے میں نے ٹائی ڈھیلی کر کے اسے کھول کر اتارا اور پھر اسے واپس بریف کیس میں رکھ دیا۔ اس کے نیچے گرین لائٹ کلر کی شرٹ تھی میں نے اسے بھی اتار کر بریف کیس میں رکھا تو اس کے نیچے بلو کلر کا ایک سکن ٹائٹ نظر آنے لگا۔ میں نے اسے ویسے ہی رہنے دیا اور اپنا کوٹ الٹا کر کے پہن لیا۔۔ میں نے جلدی سے شرٹ کو تہہ کیا اور اسے دیگر چیزوں کے نیچے رکھ دیا اس کے اوپر ٹائی رکھی اور میک اپ کٹ کی مناسب جگہ بنا کر اسے بھی رکھ لیا۔ اب میں واقعی میک اپ سے فارغ ہو چکا تھا۔ پھر میں نے ایک بار اپنے اوپر تنقیدی نگاہ ڈالی اور خوب تسلی کے بعد میں وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس دوران وہ افراد نہایت بے دردی سے ایک ایک دروازہ بری سے پیٹ کر مجھے فارسی میں کچھ کہہ رہے تھے جو میرے پلے نہیں پڑ رہا تھا۔

ابھی میں اپنا کام نپٹا ہی رہا تھا کہ اب میرا دروازہ نہ صرف پیٹا جانے لگا اس کے بعد انگریزی میں کہا گیا کہ توڑ دو۔۔۔ اس کے بعد زور سے زور دے دروازے کے اوپر دھکے لگنے لگے۔ اسی اثناء میں میں نے اپنے بالکل پاس ایک روشندان بھی دیکھ لیا جو کھلا ہوا تھا اور اس پر کموڈ کے اوپر چڑھ کر باہر جایا جاسکتا تھا۔ میں اسی شش و پنج میں تھا کہ مجھے کیا فیصلہ کرنا چاہیے آیا دروازے سے باہر نکل جانا چاہیے یا باہر روشندان کی مدد سے کود جانا چاہیے میرے پاس دونوں آپشنز اوپن تھے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر اس سے قبل کہ میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچتا انہوں نے دروازہ توڑ کر کھول لیا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

وام کو بیڑیوں میں جکڑنے کے بعد وہ ننگے پاؤں والے حبشی سب کو گھورتے ہوئے میرے پاس آئے تو میں نے آگے بڑھ کر ایک کے منہ پر تھوک دیا۔ تھوک چونکہ میں نے پوری شدت سے ماری تھی لہذا وہ ٹھیک نشانے پر لگی اور وہ غصے اور حقارت کے ملے جلے ردعمل سے تھوک صاف کر کے نیم برہنہ حبشی مجھ پر پل پڑا۔ اس نے اپنی پہلی ہتھوڑے جیسی لات گھمائی اور میرے جبڑے پر پوری قوت سے جڑ دی۔ میرا منہ پلٹ کر دوسری طرف ہوا اور اس کے ساتھ ہی میرے منہ سے خون کی پچکاری نکل گئی۔ میں نے بھی

جواباً غصے سے سائیڈ پر تھوکتے ہوئے اسے گھور کر دیکھا تو اس نے دوزانوں بیٹھ کر مجھے گونسوں پر رکھ لیا۔ مار مار کر اس نے میرے منہ کا حلیہ ہی بگاڑ دیا۔ میری ناک اور جبڑے سے ایک بار پھر بے تحاشہ خون بہنے لگا۔ میرا سر بری طرح سے گھوم رہا تھا۔ وہ ظالم جہنم کے قزاق پتہ نہیں اس ظلم و بربریت سے کیا حاصل کرنا چاہتے تھے۔

اس کے بعد اس کے پیچھے والے حبشی نے اس کے کان میں کچھ کہا تو اس نے میری جانب خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے سر ہلا دیا۔ اس کے بعد اس کے پیچھے والا حبشی کشتی سے باہر نکل گیا۔ اس دوران اس خونخوار حبشی کے آنکھوں میں میں نے ایک خاص چمک دیکھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر میرا لہو میں ڈوبا ہوا چہرا اپنے ہاتھ میں تھاما اور پھر اسے دائیں بائیں کر کے کچھ چیک کرنے لگا۔ میں نے بھی اسے زیادہ چیک کرنے نہ دیا نہایت حقارت سے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دیا۔ تو وہ ہنس پڑا اس نے اپنی انگلیوں پر لگا ہوا خون اپنے زبان سے چکھا تو اسے اس کے سواد اچھا لگا۔ عجیب بے حِس جانور تھا مجھے تو اب اس سے شدید نفرت ہونے لگی تھی۔ میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ میں کسی طرح سے اپنے آپ کو چھڑوا کر اس کی ہڈی پسلی ایک کر دوں مگر میں ایک ٹھنڈی آہ بھر کر رہ گیا۔

وہ ایک بار پھر مجھ پر طنزیہ ہنسا اور اس دوران اس کا ساتھی اپنے پیچھے مزید ہٹے کٹے جانور لے کر آ گیا۔ ان کے جسموں پر کپڑے برائے نام تھے اور خدا کا شکر تھا کہ انہوں نے میرے جیسے بھی کپڑے تھے وہ رہنے دیئے تھے۔ باقی سب جو یہاں بے چارے قیدی بنے ہوئے تھے ان کے جسموں پر بھی سوائے لنگوٹی کے اور کچھ نہیں تھا۔ اس حبشی نے آگے بڑھ کر میرا سر اپنے ہاتھوں میں تھاما اور گھونسے رکھ رکھ مجھے مارنے لگا۔ اس نے میری ٹھیک ٹھاک درگت بنائی اس کے بعد میرے سر کو اپنے سینے کے پاس لے جا کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور پھر مجھے کھڑا کر کے اپنا گھٹنا پوری قوت سے میرے پیٹ میں جڑ دیا۔

میں اس کے گھوٹنے کی ٹھوکر کھاتے ہی بے اختیار دہرا ہو کر کراہ دیا۔ اس نے پھر وہی حرکت کی میرے سر کو تھام کر مجھے دیکھا میری آنکھوں سے اس نے خون صاف کیا اور پھر شدید نفرت سے ایک بھرپور انداز میں ہتھوڑا جڑ دیا۔ اس پر تو جیسے جنون سوار تھا پتہ نہیں مجھ سے کس جنم کی دشمنی نکال رہا تھا۔ پھر اس نے اپنی زبان باہر نکال کر میرا پورا ماتھا چاٹنا شروع کر دیا۔ اس کی تھوک زبان کی مدد سے میرے ماتھے اور منہ پر لگنے گی۔ میں نے غصے اور بے بسی سے آگے بڑھ کر اپنے سر کو پوری قوت کے ساتھ اس کی چھاتی پر دے مارا اور پھر بے بسی سے کراہ دیا۔ اس کو تھوڑا سا دھکا لگا اور پھر وہ قہقہہ لگا کر ایک بار پھر سے ہنسنے لگا۔ گویا وہ میری اس حالت سے خوب لطف اندوز ہو کر مجھے اکسا رہا تھا کہ میں اپنی جوانی اس پر آزمائوں۔ میں وہ پہلے ہی دکھا چکا تھا یہ تو فری اسٹائل ریسلنگ کی طرح کھل کر چیٹنگ کر رہا تھا۔ اگر مرد کا بچہ ہوتا تو کھول کر مجھے بھی ایک دو ہاتھ چلانے کا موقعہ دیتا۔

میرا سر بری طرح سے جھوم رہا تھا۔ ایک پل کے لئے ہوش آتی تھی تو دوسرے پل کے لئے غائب ہو جاتی تھی۔ اس کے بعد اس کے ساتھیوں نے مجھے زنجیروں سے آزاد کرنا شروع کر دیا۔ جبکہ گردن میں پھنسا ہوا بڑا سا راکڑا ویسے ہی جھولتا رہا۔ انہوں نے مجھے کھڑا کیا تو مجھ سے ٹھیک طرح سے کھڑا نہیں ہوا جا رہا تھا میں لڑھک ان کے سامنے پیروں میں گر پڑا۔ اس نے مجھے میرے بالوں

سے پکڑ کر میرا سر اوپر کو اٹھایا اور میری ادھ کھلی ہوئی آنکھوں سے مجھے گھورنے لگا۔ پھر وہ مجھے کڑے کے سرے سے پکڑتا ہوا مجھے گھسیٹ کر باہر لے جانے لگا۔ میں پیٹ کے بل بری طرح سے کشتی کی ٹوٹی پھوٹی زمین پر رگڑ کھاتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ مجھ میں بالکل ہمت باقی نہیں تھی کہ میں اٹھ کر اپنا دفاع کر سکوں۔ انہیں بھی میری کسی حالت پر بالکل ترس نہیں آرہا تھا۔ بلکہ وہ تو چاہتے تھے مجھے اپنی جوانی پر جتنا مان تھا اور میں نے جس طرح ان کی دھنائی کی تھی وہ لوگ مجھے مزہ چکھا سکیں کہ دیکھو یہ ہے تمہاری جوانی، یہ میرے کئے کی سزا تھی۔

وہ درندہ مجھے یوں ہی گھسیٹتا ہوا باہر گاس پر لے آیا۔ میرا پورا جسم پھوڑے کی طرح سوجا ہوا تھا۔ میرے گھسٹنے کی وجہ سے سارا خون نیچے بہتا جا رہا تھا اور میرے رگڑ کے ساتھ ساتھ اس کے نشانات بھی پختہ ہوتے جا رہے تھے۔ باہر نکل کر اس کے باقی ساتھیوں نے مجھے اپنے کندھوں پر لادا اور پھر سامنے موجود ایک بڑی سی چٹان کے اوپر پیٹ کے بل لٹا دیا۔ میری ناک سے خون میرے سر سے خون میرے منہ سے خون میرا پورا جسم خون سے لت پت تھا شاید ہی میرے جسم کا شاید ہی کوئی حصہ ہو گا جہاں سے خون نہ رس رہا ہو۔ لیکن ابھی تو عشق کے امتحان اور بھی تھے۔ ابھی تو مجھے کیا کیا جھیلنا تھا۔

میرا جسم بالکل بے جان ہو چکا تھا۔ کمزوری کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔ پر شاید انہوں نے بھی ٹھان لی تھی کہ مجھے اچھی طرح سے سبق سکھائے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ مجھے بڑے سے پتھر پر لٹانے کے بعد دیر کچھ کے لئے وہ مجھ سے دور ہو گئے۔ معلوم نہیں وہ کیا کرتے رہے، مجھے اس وقت پتہ چلا جب انہوں نے ایک بہت بڑا وزنی پتھر اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیا۔ میں بری طرح سے بلبلا اٹھا۔ میرا پورا منہ کھل گیا اور میں شدت کے ساتھ چیخنے لگا۔ میرے پیچھے ان کے قہقہے بلند ہوئے اور مجھے جو آخری ہوش تھا وہ بھی ختم ہو گیا۔ میں ایک بار پھر شعور کی سرحد پھلانگ کر لاشعور کی سرحد میں داخل ہو گیا اور میرے دماغ کی سلیٹ پھر سے کوری ہو گئی

۔

☆☆☆☆☆☆☆

جوں ہی دروازہ کھلا میں نے دروازے توڑنے والے کا ہاتھ پکڑ کر اسے دروازے میں دیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ دروازہ پکڑ کر اس کے ہاتھ پر دے مارا۔ اس نے بے اختیار چیختے ہوئے ڈھیلا پڑتے ہوئے اپنا ہاتھ پکڑ لیا۔ اس کے دوسرے ہاتھ سے غیر ارادی طور پر پستول بھی چھوٹ گئی۔ میں نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ زبردستی پکڑ کر اپنا گھٹنا موڑا پھر اس کے اوپر اس کا ہاتھ رکھ ایک بھرپور جھٹکا دیا تو ایک کٹک کی آواز ساتھ اس کی ہڈی کلائیوں سے باہر نکل آئی تھی تو بے اختیار اس نے چیختے ہوئے اپنا ہاتھ پھر سے تھام لیا اب بار چیخیں تھیں کے تھمنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔ میں نے رکھ کر اسے اپنا بوٹ مارا تو وہ اڑتا ہوا اپنے ساتھی کو جا لگا اور اسے لیتا ہوا کمر کے بل نیچے گرا۔ ان دونوں کے نیچے گرتے اور آپس میں الجھنے کا فائدہ اٹھا کر میں باہر نکلا تو باہر میرا استقبال ایک فلائنگ کک نے کیا جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی کے ساتھ بلاک کیا اور پھر اس کی ٹانگ میں پکڑ لی۔ وہ ایک ٹانگ پر

کھڑا کچھ دیر اپنا توازن برقرار کرتا رہا پھر اس نے اچھل کر ایک اور فلائینگ کک مجھے ماری تو میں ایک دم سے نیچے جھکا اس کی ٹانگ ابھی میرے اوپر سے ابھی گھوم ہی رہی تھی کہ میں نے کراٹے کا دو تین بھرپور وار اس کی پنڈلی پر کیئے۔ تو وہ اچھل کر سر کے بل زمین پر جا گرا۔ اس کا سر پوری قوت سے زمین پر لگ گیا اور اس کی بھی چیخ نکل گئی اس نے اپنی پنڈلی چھوڑ کر اپنا سر پکڑ لیا۔

اس سے قبل کے میں اس سے فارغ ہو کر دوسرے شخص کی جانب متوجہ ہوتا جو پہلے کی ٹکر لگنے کی وجہ سے اس کے نیچے آ گیا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آیا اور میری کمر پر سوار ہو گیا۔ میں نے اسے ایک دوپل کے لئے تولا اور پھر اسے ایک جھٹکے سے اچھال کر اپنی کمر پر لاد لیا۔ پھر میں نے اسے پوری قوت سے سائیڈ پر لگے ہوئے ایک بڑے شیشے میں دے مارا وہ اڑتا ہوا شیشے پر لگا اور شیشے کے چکنا چور ہوتے ہی وہ دھڑام سے نیچے گر گیا۔ اس کا سر پھٹ گیا تھا جس میں سے خون بہنے لگا۔ اس اثناء میں تیسرا شخص اپنے درد پر قابو پاتا ہوا ایک بار پھر میرے پاس آیا تو میں نے اسے بھی اپنے کندھے پر جھٹکے سے اچھل کر رکھا اور پھر دوسرے ہی پل میں اسے پوری طاقت کے ساتھ واش بیسن پر دے مارا۔ وہ پیٹ کے بل اس کے اوپر گرا اور اسے توڑتا ہوا خود بھی نیچے گر گیا۔ اس نے بری طرح سے اپنا پیٹ پکڑ کر چیخنا شروع کر دیا۔ شاید اس کے پیٹ کا مکمل بیڑا غرق ہو گیا تھا۔

تینوں کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ انہیں فوری طبعی امداد کی ضرورت تھی۔ وہ اب مزید میرے مقابلے پر نہیں ٹھہر سکتے تھے ان کے اندر تو اب سانس لینے جوگی ہمت بھی نہیں رہی تھی۔ اس دوران باہر سے انگریزی زبان میں میرے نام کے ساتھ مائیکروفون کے ذریعے مجھے ہوشیار کیا جانا لگا کہ پولیس نے پورے مال کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے اگر میں نے بھاگنے کوشش کی تو مجھے گولی مار دی جائے۔ اس لئے میرے لیے یہ بہتر ہے کہ میں خود ہی گرفتاری دے دوں۔

میرے سامنے پڑے ہوئے تینوں آدمی بری طرح سے تڑپ رہے تھے۔ مجھے ان کی کوئی پرواہ نہیں تھی۔ اب مجھے فیصلہ کرنا تھا کہ کیا میں اسی میک اَپ میں یہاں سے باہر نکل سکتا تھا؟ کیونکہ یہاں تو پولیس نے سخت چیکنگ کرنی تھیں اور یہ بھی ممکن تھا کہ اس دوران آمنہ کو ہوش آ جائے یا اس کا کوئی ساتھی قد و قامت سے پہچان لے۔ اس لئے سامنے کے راستے سے نکلنا تو خطرے سے خالی نہیں تھا۔ دوسرا چیکنگ میں نا جانے کتنی دیر لگ جائے۔ لہٰذا میں نے یہاں سے فرار ہونے کا دوسرا طریقہ اختیار کیا۔ سب سے پہلے میں نے آگے بڑھ کر واش رومز کا مین ڈور اندر سے بند کیا اور پھر میں واپس اپنے والے باتھ روم میں آ کر اپنا بریف کیس اٹھایا اور اسے میں نے روشن دان کے اوپر رکھ کر اچھل کر دوسری طرف سے آ گیا۔ میرے پاس ہی ایک شیڈ تھا میں اس پر میں دبک پر بیٹھ گیا۔ اس دوران بریف کیس بھی میرے پاس تھا۔

میں اس وقت جس طرف کود کر شیڈ پر آیا تھا وہاں قدرے اندھیرا تھا اور یہ ایک سنسان گلی لگ رہی تھی۔ دور سڑک پر بار بار اعلان ہو رہا تھا اور وہاں ہر طرف سے آنے جانے والی ٹریفک معطل ہو چکی تھی۔ جہاں ہماری گاڑی آ کر لگی تو وہ ایک چوک تھا جس کی وجہ سے بے شمار گاڑیاں اور لوگ اکھٹے ہو گئے تھے۔ اگر میں سامنے کے راستے سے نکلتا تو پھر بھی میرے نکلنے کا چانس بن سکتا تھا کیونکہ

میں رش کا فاعدہ اٹھا سکتا تھا۔ مگر فی الحال میں نے جو راستہ چنا تھا وہی سب سے بہتر تھا۔ مجھے یہ نہیں سمجھ آرہی تھی کہ پولیس نے یہ چاروں طرف سے عمارت کو گھیرنے کا جھوٹ کیوں بولا تھا۔ شاید وہ مجھے خود ہی نکلنے کا راستہ دے رہے تھے کیونکہ ایران اپنے داخلی معاملات میں کافی سخت تھا پھر ان کا یہ جان بوجھ کر مجھے راستہ دینا سمجھ نہیں آیا تھا۔ خیر اندھیرے میں میرے پاس ہی موجود اوپر کی منزل سے آتا ہوا ایک موٹا پائپ موجود تھا میں اس پر آگیا۔ بریف کیس میرے ہاتھ میں تھا میں اس کی مدد سے نیچے کو پھسلتا ہوا آنے لگا اور پھر ایک جمپ کے ساتھ گلی میں اتر گیا۔ گلی میں میری توقع سے زیادہ اندھیرا تھا۔ حالانکہ کہ شاپنگ پلازہ کے فرنٹ پر روشنی کا مناسب بندوبست تھا مگر گلی کو اس طرف اندھیرے میں رکھنا بات کچھ منطق میں نہیں بیٹھ رہی تھی۔ میں نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے اور اپنا بریف ہاتھ میں دباتا ہوا آگے کو بڑھنے لگا۔ مجھے روشنی کی کوئی خاص ضرورت بھی نہیں تھی۔

مگر اس سے قبل کے میں گلی میں مزید اندر جاتا ایک گھونسہ پوری قوت سے میرے منہ پر پڑا اور میں الٹ کر نیچے جا گرا۔

☆☆☆☆☆☆☆

اس بار آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو ایک بار پھر بیڑیوں میں جکڑے ہوئے پایا۔ بھوک اور پیاس سے ایک بار پھر نڈھال تھا۔ ساتھ ساتھ مجھ پر جو بھاری پتھر رکھا گیا تھا اس کی وجہ سے میں اب اپنی کمر بھی سیدھی نہیں کر پا رہا تھا۔ میری پشت میں بے انتہا درد تھا۔ صرف وہاں ہی نہیں بلکہ پورا جسم ہی بیان سے تکلیف میں مبتلا تھا۔ پتہ نہیں میں اب تک زندہ کیسے تھا۔ بس سانس آرہی تھی اور میں نے خود کو قائم رکھ ہوا تھا۔ میرا سر پہلے کی طرح جھول رہا تھا۔ اس سے قبل کے میں مزید کچھ کرتا میرے پاس ہی موجود ایک قیدی نے مجھے متوجہ کرتے ہوئے کہا۔

لگتا ہے یہاں نئے آئے تبھی تو یوں جوانی دکھا رہے تھے۔ ان سے پنگا مت لینا بھئی میں تمہیں سختی سے منع کر رہا ہوں۔ یہ لوگ تو" انسان کو انسان ہی نہیں سمجھتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔" اس نے میری طرح جھولتے ہوئے نحیف سی آواز میں کہا۔ اس کی حالت بھی باقی قیدیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں تھی۔ پتہ نہیں وہ بول کیسے رہا تھا اس پر ہمت بھی ایسی کہ مجھے وہ تنبیہ بھی کر رہا تھا جہاں کسی کو کسی کی پرواہ نہیں تھا ہر کوئی اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا۔

" جانتا ہوں جناب سب کچھ جانتا ہوں۔۔۔ لیکن یہ اتنے ظالم کیوں ہیں ؟ نہ کسی کو کھانا دیتے ہیں اور نہ ہی پانی اور ظلم تو دیکھو انتہا کا کر رہے ہیں۔ آخر یہ ہم سے کیا لینا چاہ رہے ہیں۔"

" یہ ہم سے بدلہ لینا چاہ رہے ہیں۔ جانتے ہو کیوں ؟ کیونکہ پچھلی پوری صدی ان کو گوروں نے اور مختلف قوموں نے محکوم بنا کر رکھا۔ جو آتا تھا انہیں بے وقوف بنا کر ان کے پہاڑوں میں چھپے ہوئے خزانے لوٹ کر چلا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ غلاموں جیسے سلوک روا رکھا گیا۔ انہیں جانوروں سے بھی بدتر ٹریٹ کیا گیا۔ جو آتا تھا انہیں محکوم بنا کر ان کے ذریعے بہت سے فائدے اٹھا لیتا تھا اور تو اور امریکی اور برطانوی دونوں انہیں اپنے ساتھ پالتو کتے بنا کر لے گئے۔ انہیں وہاں پر کوئی حقوق حاصل نہیں تھے۔ پھر انہی کالوں میں

سے ایک اٹھا جسے سب مارٹن لوتھر کنگ کے نام سے جانتے ہیں۔ اس نے کالوں کے حق میں آواز اٹھائی اور تمام امریکیوں کو ایک پرامن تحریک کے ذریعے باور کروایا کہ دنیا میں کسی کالے اور گورے کا کوئی فرق نہیں بلکہ سب ہی یہاں پر انسان ہیں۔ پھر جاکر انہیں کچھ وہاں حقوق ملے مگر جو حبشی یہاں رہ گئے تھے۔ انہوں نے اس بات کو بنیاد بنا کر چن چن کر گوری چمڑی والوں کو پکڑ کر انہیں لوٹتے ہیں اور پھر انہیں یہاں لاکر محکوم بنا کر رکھتے ہیں۔ تاکہ انہیں اپنے اباؤ اجداد پر کیا گیا ظلم کا بدلا مل سکے۔ یہ ان سب قیدیوں سے اپنی کئی نسلوں کا بدلہ لے رہے ہیں۔ یہ وہ فصل تھی جو ہم گوروں کے آباؤ اجداد نے بیج ڈال کر اُگائی تھی جس کی فصل اب پک کر تیار ہو چکی ہے اور ان حبشیوں میں اتنا زہر بھر دیا گیا ہے کہ یہ وہی زہر نکال رہے ہیں۔ بچے یہ مقافاتِ عمل ہے جو کروگے پھر وہ بھگتنا پڑے گا۔ وہی ہمارے ساتھ ہو رہا ہے۔ اس لئے جو ہو رہا ہے اسے برداشت کرو۔ جتنا کم احتجاج کروگے اتنا بچے رہوگے۔ اسی لئے ان لوگوں ان قیدی بیچاروں پر ان جہنم کے قزاقوں نے ظلم وبربریت کی انتہا کی ہوئی ہے۔ میری عمر دیکھو میں پچاس کا ہوں مگر تمہیں اپنی صحت کے اعتبار سے اَسی کا لگ رہا ہونگا۔ مجھے ان کی قید میں قریباً بیس سال ہو گئے ہیں۔ یہ سال جیسے میں نے گزارے ہیں اگر تمہیں گزارنے پڑ جائیں تو لگ پتہ جائے۔" اس نے اپنی نحیف سی آواز میں کہا تو واقعی وہ مجھے اَسی کا ہی لگ رہا تھا۔ میرا سر دکھنے کے باوجود میں اس کی بات بڑے غور سے سنتا رہا پھر بولا۔

"تو کیا آپ نے یہاں گزشتہ بیس سال سے کچھ نہیں کھایا پیا؟۔۔۔۔۔۔" میں نے اس سے تعجب اور معصومیت کے ملے جلے رد عمل سے پوچھا تو وہ میری بات سن کر ایک کھوکھلا سا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا پھر اس قہقہے کے دوران ہی اسے کھانسی آگئی۔ وہ اپنا گلا صاف کر کے پھر کہنے لگا۔

"نہیں کھایا۔ جسے تم کھانا بولتے ہو میں نے واقعی وہ نہیں کھایا۔ کبھی یہ لوگ مجھے بکری کی طرح ہانکتے ہوئے لے جاتے ہیں تو کھانے کو باہر سے تھوڑی سے گھاس مل جاتی ہے اور پینے کو اپنا خون کبھی قسمت اچھی ہو تو بارش کا پانی پی لیتا ہوں۔ ویسے اس طرح کا پانی تو مجھے ہفتے میں دو تین دفعہ مل جاتا ہے۔ بس جینے کے لئے اتنا ہی کافی ہے مجھے اور کیا چاہیے؟"

"تو کیا آپ نے انہیں اپنا آقا تسلیم کر لیا ہے یعنی آپ واقعی ان کے غلام بن گئے ہیں اور کیا واقعی اپنے آپ کو اپنے آباؤ اجداد کی غلطی کا قصوروار سمجھتے ہیں؟" میں نے ایک بار پھر حیرت سے کہا۔ میری بات سن کر وہ پھر تھوڑا سا ہنسا اور کہنے لگا۔

"غلامی میں ہی عافیت ہے جو شخص ان کے سامنے بغاوت کے لئے سینہ تان کر کھڑا ہوتا ہے یہ لوگ اسے کچل دیتے ہیں۔ تم نے اپنا حال نہیں دیکھا کیا؟ تم سے پہلے بہت سے جوان اپنی زندگی کی بازی ہار چکے ہیں۔ ان کے سامنے کسی قسم کی مزاحمت ان کی مستقل دشمنی کا باعث بنتی ہے۔ میرا تمہارے لئے بھی وہی مشورہ ہے جو میں گزشتہ بیس سالوں سے تمہارے جیسے جوش وخروش والے جوانوں کو دیتا رہا ہوں۔ ان کے آگے بالکل بھیگی بلی بن جاؤ یہ تمہیں بہت خوش رکھیں گے۔ ورنہ جوان تمہاری غم کی کتھا کوئی سننے والا نہیں ہوگا۔ میری تو سننے والے کچھ نہ کچھ دنوں بعد قیدی آہی جاتے ہیں تو میں اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر ہی لیتا ہوں۔"

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-



"مگر بزر گوایسا کیوں ہے ؟ آپ نہیں سمجھتے کہ یہ ظلم ہے اس کے خلاف نہ صرف آواز اٹھانی چاہیے بلکہ انسانی حقوق کی تنظیموں کو یہاں بلانا چاہیے یہ اقوام متحدہ کا دور ہے یہاں سب کچھ ممکن ہے۔ یہ مہذب دنیا ہے اور اکیسویں صدی ہے یہاں اس قسم کے ظلم کو عالمی حقوق کی پامالی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ تو جنگ کے دنوں میں بھی لوگوں پر اتنا ظلم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر آپ تھوڑی ہمت کریں تو ہمیں انہیں وار کرائم کے سلسلے میں سکیوریٹی کونسل میں لے جائیں گے۔ یہ لوگ جاہل جانور پوری انسانیت کے قاتل ہیں یہ تو کسی طور پر کسی مہذب دنیا میں نہیں ہوتا ہر معاشرہ ایسے قبائل کی سختی سے مذمت کرتا ہے۔ امریکہ سپر پاور ہے وہ چاہیے تو کچھ بھی کر سکتا ہے۔" میری بات سن کر وہ پھر سے ہنسا تو ایک بار پھر سے اسے کھانسی آگئی تھوڑی دیر تک وہ یوں ہی کھانستا رہا پھر بولا:

"میرا نام کیپٹن جیک دی ونڈر مین ہے کبھی مجھے لوگ سمندروں کا شہنشاہ کہتے تھے۔ میں نے کئی برس سمندروں کی خاک چھانی ہے میں ایک برطانوی تھا لیکن شاید اب نہیں رہا۔ بحری جہازوں پر سفر کر کے دنیا کے ایک کونے سے لے کر دنیا کے دوسرے سرے تک جانا میرا خاندانی پیشہ تھا۔ میں نے سمندر میں طوفانوں کا ایسے مقابلہ کیا ہے کہ اس بار پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے اور ہر بڑے سے بڑے طوفان کو شکست دی ہے۔ میرے سامنے کئی قزاق آئے میں نے ان کی کھوپڑیاں اڑا دی تھیں۔ میں تنہا ہی سب پر بھاری ہوا کرتا تھا۔ مجھے سمندروں پر سفر کرنے کا جنون تھا۔ یہی جنون میرے پر دادا سے چلا آرہا تھا، پہلے وہ لوگ بحری جہازوں پر سفر کیا کرتے تھے۔ مگر آہ وہ بھی کیا دن تھا مگر جب سے یہ قزاق آئے میرے اندر سے جیسے انہوں نے ساری مردانگی نچوڑ لی۔۔۔۔" وہ کہتے کہتے اچانک رک گیا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

"کیا ہوا جناب آپ تو اب بھی باہر نکل کر دوبارہ سے سمندروں پر حکومت کر سکتے ہو۔۔۔" میرے کہتے ہی اس نے اپنی آنکھوں سے آنسو بڑی مشکلوں سے پونچھے اور پھر کہنے لگا۔

"نہیں مجھے میری بیٹی یاد آگئی تھی۔ وہ سمندروں کی ملکہ کہلاتی تھی، اس کا نام لیڈی ونڈر وومن تھا۔ اس کا نام سن کر اچھے اچھے قزاقوں کی پتلونیں گیلی ہو جاتی تھیں۔ وہ میری طرح ڈر اور خوف کا علامت تھی۔ شاید موت بھی اسے کئی بار چھو کر ڈر گئی تھی مگر جب ہم لوگ ان کے قیدی بنے تو انہی لوگوں نے اسے نہاہت بے دردی سے مار دیا۔ یہ لوگ بہت ظالم ہیں چھوڑو میں بھی کیا سے کیا کہہ گیا۔ مجھے یہ باتیں نہیں کہنی چاہیے تھیں۔۔" وہ بے بسی سے اپنا سر جھٹکنے لگا۔

میں نے بات گھوماتے ہوئے کہا" جناب آپ مجھے کچھ بتانے والے تھے۔۔۔۔۔۔؟ کیا میں جان سکتا ہوں کہ اس وقت ہم لوگ کہاں پر ہیں یہ کشتی نما چیز کیا ہے؟ اور کیوں امریکہ یہاں پر نہیں آسکتا؟"

"اس لئے کہ یہ جگہ نامعلوم ہے۔۔۔۔۔۔"

" یہ جگہ نامعلوم ہے اس کا کیا مطلب ہوا؟"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ جنگل دنیا کے نقشے پر ایک نامعلوم جگہ پر واقع ہے۔اس کے اندر کچھ قدرتی عوامل ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس کی لوکیشن ٹریس نہیں ہو سکتی۔ایک تو اس جنگل کی آب و ہوا باقی جنگلوں سے بہت مختلف اور تلخ ہے۔یہاں بارش ہوتی ہے تو ہوتی چلی جاتی ہے تھمنے کا نام ہی نہیں لیتی اور جب دھوپ نکلتی ہے تو پھر رات نہیں ہوتی۔عجیب موسم ہے اس کا قدرت کے اصولوں کے بر خلاف یہاں دن بھی کئی دنوں کے برابر ہوتا ہے اور رات بھی کئی راتوں جیسی طویل ہوتی ہے۔اسی لئے یہ جنگل تا حال دنیا والوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔۔۔"اس کی بات سن کر مجھے کافی حیرت ہوئی۔مجھے لگا بیس سال قید کاٹنے کے بعد بڈھا کا دماغ چل گیا تھا کیسی بے تکی باتیں کر رہا تھا۔آج کل کے جدید سائنسی دور میں بھی کیا اس خرافات کو بھلا کوئی تسلیم کر سکتا تھا؟ ۔یقیناً نہیں۔

"تم بالکل صحیح سوچ رہے ہو مسٹر واقعی میں دماغی طور پر پیدل انسان ہوں۔وہ کیا ہے ناں کہ اتنا عرصہ قید میں گزارنے کے بعد میرا دماغ کبھی کبھی بہکی بہکی باتیں سوچنے لگتا ہے پھر وہی میں بک دیتا ہوں"اس کی بات سن کر میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔یہ بات تو میرے دل میں تھی پھر یہ کیسے جان گیا۔۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

میں اندھیرے کی وجہ سے اپنے اوپر حملہ آور ہونے والے شخص کو نہ پہچان سکا۔ایک تو اس نے اپنے چہرے پر نقاب اڑھ رکھا تھا۔ دوسرا اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر وہ مجھے بے بس کرنا چاہتا تھا۔میں نے نیچے گر کر عین اس وقت کروٹ بدلی جب اس کا بوٹ مجھ پر پڑنے ہی والا تھا۔اس نے مجھے فٹ بال سمجھ کر تین چار دفعہ اپنی لات چلائی تو چوتھی دفعہ میں نے اس کی لات پکڑ کر اسے پوری قوت سے کھینچا کر جھٹکا دیا تو اس کا توازن بگاڑ گیا۔وہ اچھل کر نیچے گرا تو میں اس کے سر پر پہنچ گیا مجھے اپنے اوپر چڑھتا دیکھ کر اس نے اپنا گھٹنا میرے پیٹ میں مارا اور تیزی سے پلٹ کر کھڑا ہو گیا اس کی اس حرکت سے مجھے صرف دھکا لگا اور میں پیچھے ہو گیا۔ابھی وہ کھڑا ہوا ہی تھا کہ میں نے کراٹے کے ہاتھ نہایت تیز رفتاری اس کی چھاتی پر چلانا شروع کر دیئے۔جلد ہی وہ ہمت گیا ہار وہاں سے فرار ہونا ہی چاہتا تھا کہ میں نے اس کا نقاب اتار لیا۔مگر وہ تب تک وہاں سے بھاگتا ہوا ایک پتلی گلی میں داخل ہوا اور غائب ہو گیا۔

اس حملہ آوار کی مجھے کوئی منطق نہ سمجھ آئی پتہ نہیں وہ صرف مجھ سے کھیل تماشہ کرنے آیا تھا یا مجھے لوٹنے عجیب بے ہودگی تھی۔خیر جو بھی تھا اب تو وہ وہاں سے بھاگ چکا تھا۔میں نے اس کا نقاب لپیٹ کر اپنی کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھا اور پھر میں اندھیرے میں اپنے بریف کیس تلاش کرنے لگا۔اس کے ملتے ہی میں نے اسے اپنے ہاتھوں میں تھاما اور گلی کے اندر چلنے لگا۔چلتے چلتے میں وہاں سے سیدھا ایک اور سڑک پر جا نکلا۔میرے روڈ پر آتے ہی ایک کار تیزی سے آکر میرے پاس رکی اور اس کے ڈرائیور نے آنکھ دباتے ہوئے مجھے "بلیک ڈائمنڈ" بولا تو میں گاڑی کا پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا۔گاڑی اسٹارٹ تھی سو میں اس نے فل ریس میں ڈال کر اسے آگے بڑھا دیا۔رات کے نو کا عمل تھا اور یہاں کی سڑکیں اب بھی چہل قدمی ہو رہی تھی۔

''جناب میرے لئے یہ اعزاز کی بات ہے کہ آپ میری گاڑی میں سفر کر رہے ہیں اور میں آپ کی خدمت کر رہا ہوں۔ میرا نام ولیم ہے اور میں بلیک ڈائمنڈ ایجنسی کا مقامی ایجنٹ ہوں۔ مجھے جیسے ہی پتہ چلا کہ آپ کا طیارہ ہنگامی طور پر (william luke) لیوک ایران لینڈ کر رہا ہے تو میں آپ کے استقبال کی خاطر پہلے ہی ایئر پورٹ پہنچ گیا تھا۔ مگر۔۔۔''وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن ایک دم سے اس نے اپنی زبان روک لی۔ ویسے اس کی آمد پر مجھے بالکل کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی۔ بلیک ڈائمنڈ ایک انٹرنیشل تنظیم تھی جس کی شاخیں پوری دنیا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ جب بھی اس کا ایجنٹ کسی بھی ملک میں مشن کے لئے جاتا تھا تو پوری تنظیم کو اس کی نہ خبر ہوتی تھی بلکہ اسے الرٹ رہنے کا آرڈر ہوتا تھا۔ تاکہ کسی بھی قسم کی ایمرجنسی کی صورت میں وہ فوراً مدد کو پہنچا سکیں۔ اس لئے میری دبئی آنے کی اطلاع سب کو ہو گی بلکہ طیارے کا ہنگامی طور پر ایران لینڈ کرنا بھی سب کو پتہ چلا گیا ہو گا۔ اس لئے میں ذہنی طور پر اس کے لئے تیار تھا۔ اس تنظیم کا سیٹ اپ واقعی زبردست تھا یہ اپنے ایجنٹس کو کبھی بھی لاوارث نہیں چھوڑتے تھے۔

''او تو تم ہو ولیم لیوک یہاں کے مقامی ایجنٹ۔۔۔ سو اگر تم ایئر پورٹ پہنچ گئے تھے تو تم نے مجھے اپروچ کیوں نہیں کیا۔؟''

کیونکہ میں نے آپ کو ایرن کی خاتون جاسوس آمنہ جہاں کو کیفے ٹیریا میں ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا۔ تو مجھے کافی حیرت ہوئی سو میں آپ کے پاس والی ٹیبل پر جا کر بیٹھ گیا تاکہ آپ دونوں کی گفتگو سن سکوں۔ آپ دونوں کی گفتگو سے اندازہ ہوا کہ آپ اسے یا تو پہنچان نہیں رہے یا خود ہی انجان بن رہے ہیں پھر آپ لوگ وہاں سے قیصر جہاں کے آتے ہی اٹھ کر چلے گئے۔ وہ یہاں کی سیکرٹ سروس میں ہوتا ہے۔ مجھے پہلے تو تعجب ہوا پھر مجھے لگا کہ واقعی آپ کو یہاں پر ٹریپ کیا جا رہا ہے۔ آپ کو یقیناً ماضی کا ایک کیس بھول گیا ہو گا یہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ پھر میں آپ کے تعاقب میں آپ لوگوں کی گاڑی کے پیچھے پیچھے آنے لگا۔ اس دوران میں نے اپنے ساتھیوں کو بھی فون کر کے وہیں بلا لیا تاکہ وہ بھی مکمل طور پر آپ کی نگرانی کریں۔ اس حادثے کے بعد آپ جس طرح پولیس سے بچ کر نکلے وہ واقعی قابل تعریف ہے۔۔۔۔۔ کیونکہ جو ایک بار یہاں کی پولیس کے ہتھے چڑھ جائے اس کو سزا لازمی ہوتی ہے اور جس کو قتل کے جرم میں پکڑ لیا جائے یا کوئی غیر ملکی جاسوس ہو تو اسے یہاں کے قانون کے مطابق سرعام پھانسی دے دی جاتی ہے۔''

''مسٹر ولیم تم یہ سب کچھ کہہ کر میری توہین کر رہے ہو۔ اسی پولیس کو چکمہ دے کر نکلنا میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ دوبارہ ایسی بات کی تو وہ پل تمہاری جاب اور زندگی کا آخری ہو گا سمجھے۔۔۔''

''اوہو سوری جناب آپ تو برا مان گئے میرا وہ مطلب نہیں تھا کہ جس سے آپ کی شان میں گستاخی ہو۔ میں تو آپ کو۔۔۔۔''ابھی اس کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ میں نے اس کو مزید بولنے سے روک دیا۔

''اوکے چھوڑو یہ باتیں دوبارہ اگر میری کارکردگی پر بحث کی تو میں تمہاری گاڑی سے فوراً اتر جائوں گا سمجھے۔۔۔ اب یہ بتائو کہ تم کس کیس کی بات کر رہے تھے۔ مجھے واقعی یاد نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔''اس کے بعد اس نے جو مجھے کیس کی کہانی سنائی وہ پانچ

سال پرانی تھی اور اس کیس کی فائل میں ایک بار پڑھ چکا تھا۔ لیکن مختلف بکھیڑوں کی وجہ سے بھول گیا تھا۔ اس کی بات ختم ہوتے ہی میں نے بے اختیار ایک گہرا سانس لیا اور مجھے اب پوری گیم سمجھ آ گئی تھی۔ مگر اس سے قبل کے ہم کوئی مزید بات کرتے اگلے چوک پر آتے ہی ایک پولیس والے نے ہمیں آگے بڑھنے سے روک دیا۔ پھر وہ گھورتی ہوئی نظروں کے ساتھ مجھے دیکھنے لگا۔ لگتا تھا کہ جیسے اسے مجھ پر شک ہو گیا ہو۔ میں نے آرام سے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور اس کے پاس ہو گیا۔۔۔

☆☆☆☆☆☆☆

میں نے فوراً اپنی حالت پر قابو پاتے ہوئے کہا: "لگتا ہے کہ آپ کو مجھ پر تھوڑا سا بھی بھروسہ نہیں ہے تبھی آپ مجھے کھل کر کچھ بھی نہیں بتا رہے ہیں۔ آپ یہ چھوڑیں کے میں کیا سوچ رہا ہوں یا کیا نہیں۔۔ ممکن ہے آپ کی باتوں سے میں یہاں سے نکلنے کی کوئی راہ نکال لوں۔ اس میں ہم سب کا بھلا ہو گا۔۔۔" میری بات سن کر وہ تھوڑا سا سوچ میں پڑ گیا۔ مجھ سے وہ کچھ فاصلے پر تھا اور ہم تقریباً ایک دوسرے کے آمنے سامنے تھے۔ اس کے چہرے کے تاثرات بدل رہے تھے میں ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ جتنا لے سکتا تھا ابھی تو میری تمام صلاحیتیں ہی سوئی ہوئی تھیں۔ انہیں ایکٹو کرنے میں ٹائم لگتا۔ لیکن تجربہ انسان کو سب کچھ بتا دیتا ہے۔ مجھے کئی سال ہو گئے تھے اس فن کو سیکھے، میں لوگوں کے بدلتے ہوئے رنگوں کو پہچان لیتا تھا۔ ان کے چہروں پے چڑھے ہوئے نقابوں کو بھی میں آر پار دیکھ لیا کرتا تھا۔ یہ سب کچھ میرے رب کا مجھ پر کرم تھا اور کچھ نہیں۔

اس کے لمبے گھنے سفید بال اس کے شانوں سے زیادہ لمبے اس کی کمر تک جا رہے تھے۔ اس کی داڑھی بھی بہت لمبی تھا اس کا رنگ بھی سفید ہی تھا۔ وہ واقعی اَسی کا لگتا تھا اس کا تجربہ اس کی اصل عمر سے بھی زیادہ معلوم ہوتا تھا۔ اس نے کچھ دیر کے لئے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ شاید وہ سوچ رہا تھا کہ مجھے کون سی بات بتانی چاہیے اور کون سی نہیں۔ کشتی میں اس وقت سب لوگ اونگھ رہے تھے کچھ ابدی نیند تو کچھ اپنی تکلیفوں کے باعث۔ سب کا حال ابتر تھا، لیکن میں اس وقت اپنی ادھ کھلی آنکھوں سے صرف کیپٹن جیک دی ونڈر مین کو دیکھ رہا تھا جس نے اپنے آپ کو اپنے وقت کا سمندری شہنشاہ بولا تھا۔ اس کے تن پر سوائے لنگوٹی کے اور کچھ نہیں تھا یہ بھی وقت وقت کی بات تھی۔ بظاہر اس کی حالت دیکھنے سے وہ کہیں سے بھی سمندروں کا شہنشاہ نہیں لگتا تھا۔ مگر میرے پاس اس کی بات کو رد کرنے کے حوالے سے کوئی دلیل نہیں تھی سو وہ جو کہہ رہا تھا میں اسے مانتا جا رہا تھا۔

خاموشی تھوڑی طول پکڑ گئی تو مجھے اس کی شخصیت پر اسرار لگنے لگی۔ اس نے آنکھیں کھولی ہی تھیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے دھوپ ہٹی اور اگلے منظر میں بادلوں نے تیزی سے اسے ڈھک لیا اور بارش شروع ہو گئی۔ بارش آتی کر دیکھ اس کے چہرے پر ہلکی سی رونق آ گئی مگر اب بھی میں اس کی آنکھوں میں گہری ویرانی دیکھ رہا تھا۔ اب تو ماحول بھی اس کی طرح لمحہ بہ لمحہ پراسرار ہوتا جا رہا تھا۔ بارش کے موٹے موٹے قطرے اس قدیم کشتی کے بہت سے سوراخوں سے ٹپکنے والا پانی جب کیپٹن جیک کے پاس گرنے

پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

عُمیرہ احمد	صائمہ اکرام	عُشنا کوثر سردار	اشفاق احمد
نمرہ احمد	سعدیہ عابد	نبیلہ عزیز	نسیم حجازی
فرحت اشتیاق	عفت سحر طاہر	فائزہ افتخار	عنایتُ اللّٰہ التمش
قُدسیہ بانو	تنزیلہ ریاض	نبیلہ ابر راجہ	ہاشم ندیم
نگہت سیما	فائزہ افتخار	آمنہ ریاض	مُمتاز مُفتی
نگہت عبدُاللّٰہ	سباس گُل	عنیزہ سید	مُستنصر حُسین
رضیہ بٹ	رُخسانہ نگار عدنان	اقراء صغیر احمد	علیمُ الحق
رفعت سراج	اُمِ مریم	نایاب جیلانی	ایماے راحت

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براؤزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

لگا تو اس نے ہونقوں کی طرح اپنا بڑا سا منہ کھولا اور زبان گھوماتا ہوا پانی اپنے حلق میں اتارنے لگا۔ اس کے دیکھا دیکھی مجھے بھی یہی حرکت کرنا پڑی کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں تھی۔

پانی کے چند قطرے حلق میں اترے تو کچھ جان میں جان آئی مجھے مزید پانی پینا تھا اس لئے اوپر سے ٹپکنے والے پانی کے سامنے اپنا منہ کھول کر بیٹھ گیا۔ پانی آتا جا رہا تھا اور میرے اندر نئی تازگی بھرتا جا رہا تھا، وہ میری ادھ مرے جسم میں روح پھونک رہا تھا۔ بلاشبہ یہ پانی میرے رب کی کتنی بڑی نعمت تھی جو ہم عام روٹین میں بلاوجہ ضائع کر دیتے ہیں۔ آج مجھے اس کی قدر کا کچھ زیادہ ہی احساس ہوا۔ میں نے جی بھر کر پانی پیا۔ باہر گہرے سیاہ بادلوں کی وجہ سے اچانک ہی رات کی سیاہی چھا گئی تھی۔ اس دوران مسلسل خاموشی بھی مجھے بری طرح سے کاٹ رہی تھی۔ مگر وہ مجھے پانی پیتا دیکھ کر خاموش ہی رہا۔ کچھ بھی نہ بولا وہ جانتا تھا کہ میں کتنا پیاسا ہوں۔ پانی ٹپکتا جا رہا تھا اور میں پیتا جا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے میں صدیوں سے پیاسا ہوں اور اب جا کر پانی نصیب ہوا تھا۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ بات بھی تھی کہ خدا خدا کر کے پانی نصیب ہو رہا تھا تو جتنا پی سکتا ہوں میں پی جاؤں آگے پتہ نہیں مجھے یہ ملے نہ ملے۔ قدرتی پانی میں کیا ہی بات تھی اس نے میرے جسم میں درد کو کچھ کم کر دیا اور میری جان میں جان آ گئی۔ واقعی میں اپنے رب تعالیٰ کا بے حد شکر گزار تھا جس نے اپنے بندے کو پیاسا نہیں مارا تھا۔ وہی قادر تھا اگر مجھے کئی روز تک پانی ہی نہ ملتا تو میں اس کا کیا بگاڑ سکتا تھا۔ مگر وہ اپنے بندوں کو کبھی نہیں بھولتا انہیں اس وقت بھی دے رہا ہوتا ہے جب ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ مگر انسان تو صدا کا نہ شکرا ہے، جس نے اپنے خدا کو پایا ہی نہیں تو وہ اس کا شکر کیسے ادا کرے گا۔ یہی پانی ہی تھا جس نے مجھے پہلی دفعہ زہریلی سوئیوں سے چنگل سے چھڑایا تھا اور اب پھر یہی پانی ہی تھا جو مجھ میں نئی جان ڈال رہا تھا۔

اسی پانی پینے میں مجھے کافی دیر ہو گئی۔ جب میں پانی پی چکا تو اس نے مجھے کہا:

"جوان میں تمہارے اندر سے پھوٹنے والی روشنی کو دیکھ رہا ہوں۔ مگر تمہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں کہ تمہاری زندگی کے دن گنے جا چکے ہیں۔ یہاں جو بھی تمہارے جیسے جوان آتے ہیں، انہیں یہ جہنم کے قزاق اپنے شیطان کو بلیدان کر دیتے ہیں۔ یہ حبشیوں کا سب سے قدیم ترین قبیلہ انباٹا ہے جو انگریزوں سے کئی بار لڑ کر انہیں شکست دے چکا ہے۔ انتہائی جنگ جو قسم کے لوگ ہیں۔ انہوں نے اپنے شیطان کو یہ وعدہ دیا ہوا ہے کہ یہ لوگ کالی چمڑی والے جتنے بھی افریقی قبائل تھے ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا نہ صرف بدلہ لیں گے بلکہ جو ان کی طرف ان کے سامنے کھڑا ہونے کی کوشش کر رہے گا یہ اسے جہنم کی آگ میں جھونک دیں گے۔ تم پہلے نہیں بلکہ تمہارا نمبر ایک سوواں ہو گا۔ تم سے قبل یہ ننانوے افراد کو اپنے دیوتا شیطان کے نام بلیدان کر چکے ہیں اور تمہاری قربانی پر ان کا سب سے بڑا جشن ہو گا۔ اس کے بعد اس قبیلے کو شیطان کی طرف بے پناہ انعام و کرام سے نوازہ جائے گا۔ ان کی کتابوں کے مطابق جب یہ لوگ ایک سو خاص افراد کو قربان کر دیں گے پھر شیطان انہیں پوری دنیا پر حکمرانی کا اختیار دے دے گا۔ تمہیں اب تک میری ہر بات فضول اور بے تکی لگ رہی ہو گی۔ مگر یہی سب کچھ میں گزشتہ بیس سالوں سے مشاہدہ کر رہا ہوں۔ ان کی کتابوں

میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ ان کو ایک بار دنیا کا اقتدار ضرور نصیب ہو گا۔ لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ یہ خود سمیت اپنی کئی نسلوں پر اور تمام کالی چمڑی والوں پر جو ظلم ہوا اس کا یہ لوگ بدلہ لیں گے۔ پھر انہی گوری چمڑی والوں کی تعداد جب سو کے قریب پہنچے گی تو ان کا شیطان خود دیوتا بن کر زمین پر اتر آئے گا اور یہ پوری دنیا پر اس دیوتا کی زیر نگرانی حکمرانی کریں گے "اسے بولتے بولتے ایک دم سے کھانسی کا دورہ پڑا جو بڑھتا ہی گیا قریباً وہ پانچ منٹ تک مسلسل کھانستہ رہا اور پھر اس نے آخری کھانسی لی اور آنکھ بند کر کے سو گیا۔ عجیب و غریب سنکی بڈھا تھا کیا اول فول بکے جا رہا تھا۔۔۔۔اس کی خاموشی پر ایک بار پھر کشتی میں پر اسرار ویرانی چھا گئی۔ یہ سب وہی باتیں تھیں جو میں فلیش فارورڈ میں دیکھ چکا تھا۔ آج اس بزرگ نے میری ان تمام باتوں پر مہر ثبت کر دی تھی جو میں لاشعور اور شعور کے درمیانی عالم میں دیکھی تھیں۔ کیا حقیقت تھی اور کیا نہیں وہ تمام راز مجھ پر آنے والے وقت میں کھلنے والے تھے۔ یا تو یہ واقعی فضول اور بے بنیاد ثابت ہو تیں یا پھر۔۔۔۔۔

بارش اپنے تمام تر غضب کے ساتھ برس رہی تھی اور گردو پیش کی جی بھر کر پیا بجھا رہی تھی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

(جاری ہے)

آپکی قیمتی رائے کا انتظار رہے گا۔